شہداء ختم نبوت چوک ساہیوال کی نئی تختی کی نقاب کشائی کی تقریب کی روداد!

حافظ محمد سلیم شاہ

7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی سربراہی میں لاہوری وقادیانی مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا، تو پوری دنیا میں اس کے اثرات کے محسوس ہونے لگے لیکن قادیانیوں نے اس قرارداد اقلیت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا، آنجہانی قادیانی ڈاکٹر عبدالسلام نے حکومت پاکستان کی طرف سے اسلام آباد میں منعقد ہونے والی ایک سائنس کانفرنس میں یہ کہہ کر شرکت سے انکار کر دیا کہ ''میں ایسے لعنتی ملک پر قدم نہیں رکھنا چاہتا، جس کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت ڈکلیئر کیا ہو'' چناں چہ 26 اپریل 1984ء کو صدر محمد ضیاء الحق مرحوم کے حکم سے امتناع قادیانیت ایکٹ جاری ہوا جو بعد میں تعزیرات پاکستان کا حصہ بن گیا، اس کی رُو سے قادیانی اسلامی شعائر اور اسلامی علامات استعمال نہیں کر سکتے، دینی کارکنوں نے اس آرڈیننس کے بعد یہ پتہ رکھنا شروع کر دیا کہ قادیانی اپنے معبد خانوں کو مساجد کی شکل نہ دیں، اذان نہ دیں تاکہ مسلمانوں کو اشتباہ پیدا نہ ہو، اسی حوالے سے جامعہ رشیدیہ ساہیوال کے استاد اور مجلس احرار اسلام کے ساہیوال کے امیر قاری بشیر احمد حبیب اور گورنمنٹ پولی ٹیکنکل کالج ساہیوال کے طالب علم اظہر رفیق آج سے 33 سال قبل 26 اکتوبر 1984ء کو صبح کے وقت مشن ہسپتال ساہیوال کے سامنے مسجد کی شکل میں موجود قادیانی معبد کے قریب گئے تاکہ امتناع قادیانیت کی خلاف ورزی کا پتہ چلایا جا سکے، جس پر معبد کے اندر موجود قادیانی دہشت گردوں نے قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق کے سینے گولیوں سے چھلنی کر دیئے، وہ شہید ہو گئے انہی شہدا کے حوالے سے 26 اکتوبر 2017ء جمعرات کو ساہیوال ''یوم شہدا ختم نبوت'' عقیدت واحترام اور جوش وخروش کے ساتھ منایا گیا، اور شہدا کے مشن کو جاری رکھنے کے عزم کو دہرایا گیا، اس موقع پر مشن ہسپتال کے قریب شہداء ختم نبوت چوک میں نصب نئی تختی کی نقاب کشائی کی پُروقار تقریب منعقد ہوئی مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ، میئر ساہیوال اسعد علی خان، ڈپٹی میئر چودھری ساجد نعیم، چیئرمین PHA حاجی احسان الحق ادریس، انٹرنیشنل ختم نبوت موومنٹ کے رہنما قاری منظور احمد طاہر نے، علمائے کرام، دینی وسیاسی کارکنوں اور شہریوں کی بڑی تعداد کی موجودگی میں فیتہ کاٹا اور نقاب کشائی کی، تو فضاء نعرہ تکبیر اللہ اکبر، تاج وتخت ختم نبوت اور شہداء ختم نبوت زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھی، اس موقع پر جمعیت علماء اسلام پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل چودھری ضیاء الحق، قاری سعید احمد ابن شہید، قاری بشیر احمد رحیمی، قاری عتیق الرحمٰن رحیمی، مولانا پیر جی عبدالباسط، قاری عبدالجبار، محمد اسلم بھٹی، مفتی عبدالصمد، مولانا منظور الحسن قاسم، حاجی نیاز احمد بھٹہ، شیخ عبدالرزاق، حاجی محمد اکرم، قاری عبدالغنی فرقانی، قاری محمد ندیم اور متعدد شخصیات موجود

تھیں، مجلس احرار اسلام پاکستان کے جنرل سیکرٹری عبداللطیف خالد چیمہ نے اس موقع پر اپنے خطاب میں کہا کہ 33 سال قبل قاری بشیر احمد حبیب اور اظہر رفیق قادیانیوں کے ظلم وستم کا نشانہ بنے، قادیانی دہشت گرد تنظیم ہے، جو اسلام اور وطن کے دشمنوں کا مہرہ بنی ہوئی ہے، انہوں نے کہا کہ شہدائے ختم نبوت ساہیوال نے اپنی مقدس خون سے ہمارے راستے کی مشکلات آسان کر دی، ان کا مقدس خون ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہم تحریک ختم نبوت کی جدوجہد کو آگے بڑھانے والے بن جائیں، انہوں نے کہا کہ ساہیوال قادیانی معبد قانون کے مطابق سیل ہے، اس کو کھولنے کی سازش کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے، قادیانیوں کو قانون کے مطابق سزا دی جائے، انہوں نے کہا کہ ہم قادیانیوں کی گھناؤنی سازشوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دیں گے، ساہیوال کارپوریشن کے میئر اسعد علی خان نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ کارپوریشن کی طرف سے شہدائے ختم نبوت چوک کی تختی کو تنصیب کرنا ہمارے لئے بہت بڑا اعزاز ہے، عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی اساس ہے، اس کے خلاف سازشوں کو بے نقاب کرنے والے علمائے کرام ہمارا اثاثہ ہیں، انہوں نے کہا کہ کارپوریشن اور میرے گھر کے دروازے ہر وقت علمائے کرام کے لئے کھلے ہیں، قاری منظور احمد طاہر نے کہا کہ 1986ء میں بلدیہ ساہیوال نے ایک قرارداد کے ذریعے اس چوک کو شہدائے ختم نبوت چوک کے نام سے منسوب کیا تھا اب کارپوریشن کی طرف سے اس کی تجدید ضروری ہے، اس تقریب میں تلاوت قرآن پاک کی سعادت مفتی عبدالصمد نے حاصل کی، جب کہ تقریب قاری منظور احمد طاہر کی دعا پہ اختتام پذیر ہوئی، یاد رہے کہ کچھ عرصہ قبل شہدائے ختم نبوت کی تختی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوگئی یا دانستہ توڑ دی گئی تھی، اس کے بعد قاری بشیر احمد رحیمی نے 25 ستمبر کو ضلع کونسل ہال میں امن کمیٹی کے اجلاس میں جس کی صدارت مسلم لیگ (ن) کے رہنما اور صوبائی وزیر عشر وزکوۃ ملک محمد ندیم کامران کر رہے تھے نے شہدائے ختم نبوت چوک کے حوالے سے پورے ہاؤس کو توجہ دلائی کہ 33 سال قبل اس چوک کا نام شہدائے ختم نبوت چوک رکھا گیا تھا، اور شہدائے کی یاد میں تختی نصب کی گئی تھی، لہذا اس تختی کو کارپوریشن کے نظم میں نصب کرایا جائے، پورے ہاؤس نے اس کی تائید کی، صوبائی وزیر عشر وزکوۃ ملک ندیم کامران نے ڈپٹی میئر ساجد نعیم اور جناب محمد قاسم ندیم کی ڈیوٹی لگائی، جناب چیف آفیسر بلدیہ جناب باؤ عبدالحمید نے اس پر عمل درآمد کرتے ہوئے 21 اکتوبر کو چوک میں تختی نصب کروادی جس کی نقاب کشائی ''یوم ختم نبوت'' کے موقع پر 26 اکتوبر کو کی گئی۔ علاوہ ازیں مجلس احرار اسلام پاکستان کے سیکرٹری جنرل عبداللطیف خالد چیمہ نے جمعرات کو بعد نماز ظہر مرکزی جامع مسجد عیدگاہ ساہیوال میں شہداء ختم نبوت کو خراج عقیدت پیش کیا اور کہا کہ الیکشن کمیشن کے حلف نامے سے حلف نامے کی عبارت کو حذف کرنے کے حوالے سے دینی جماعتیں ہرگز سیاست نہیں کر رہی ہیں، انہوں نے مطالبہ کیا کہ الیکشن کمیشن آف پاکستان اس کا نوٹیفکیشن جاری کرے اور صدر مملکت اس پر سائن کریں تو جا کر یہ عمل تکمیل تک پہنچے گا، اور لوگوں میں ابہام اور تذبذب ختم ہوگا، اس کے بعد شہداء ختم نبوت کے ایصال ثواب کے لیے اجتماعی دعا کرائی گئی۔

حسنِ انتقاد

تبصرہ کے لیے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے

مبصر: صبیح ہمدانی

نام: تفہیم البلاغہ اردو شرح دروس البلاغہ شارح: مولانا محمد یار عابد ضخامت: ۴۶۴ صفحات

قیمت: درج نہیں ناشر: ادارہ تالیفات ختم نبوت، ۲۸ غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور

درسی کتب کی شروح وحواشی لکھنے کی روایت خاصی پرانی ہے اور اس سلسلے میں لکھی جانے والی کتب ہماری علمی تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔ مگر یہ کام اپنے جوہر کے اعتبار سے ایک انتہائی مشکل اور خطر آمیز ہے۔ خصوصا اس زمانے میں جبکہ ہماری علمیت ایک عمومی سطحیت اور کم استعدادی کا شکار ہو چکی ہے، درسی کتب کی شروحات کے معیار کو بھی بہت تیزی سے زوال آیا ہے۔ مختلف اساتذہ اپنی زیرِ تدریس کتاب کے درسی امالی کو یکجا کر کے کتابی شکل میں شائع کرنے لگے ہیں، اور اس سلسلے میں قدر بواجب محنت وجستجو کا لحاظ بھی عام طور پر نہیں رکھا جاتا۔ کثرتِ تصنیف کا شوق علمیت کی پستی کا ایک مستقل سبب ہے۔ اگر آپ درسِ نظامی کے کسی محنتی مدرس سے ملیں تو وہ ان لاتعداد (روز افزوں) شروحات کی بے تحاشا اغلاط اور کمزوریوں پر شدید شکوہ کناں نظر آئے گا۔

ان سطور کا راقم ایک پیشہ ور طالب علم ہے اور اپنی شناخت پڑھنے پڑھانے میں ہی دیکھتا ہے۔ آج کل چھپنے والی بہت سی درسی شروحات سے نیازمندانہ استفادہ کرتے ہوئے مجھے بے ساختہ وہ لطیفہ یاد آتا ہے جو غالباً صَرف پڑھاتے ہوئے میرے ایک عالی قدر استاد نے سنایا تھا، اس لطیفے کی تقریب یہ تھی کہ ایک ہم جماعت نے سبق پوچھنے پر استادِ محترم سے عرض کیا بس یہی مقام جو آپ نے استفسار فرمایا مجھے یاد نہیں باقی پوری کتاب از بر ہے۔ استادِ گرامی نے فرمایا کہ صاحب خانہ کے جاگنے پر ایک چور کو بھاگنا پڑا، صاحب خانہ اس کے پیچھے پیچھے بھاگا، اور کرنا خدا کا یوں ہوا کہ عین اس وقت جب چور دیوار کو پھاندنے کے لیے اس پر چڑھ چکا تھا صاحبِ خانہ کا ہاتھ چور کی پنڈلی پر پڑ ہی گیا۔ چور نے بے ساختہ کہا: ''اِتھاؤں نہ پکڑ، اتھائیں میکوں درد ہے'' (بس یہیں سے مت پکڑ، یہیں مجھے ہاتھ لگانے پر درد ہوتا ہے)۔ اور صاحب خانہ نے گھبرا کر چھوڑ دیا۔

استشہاد یہ ہے کہ موجودہ درسی شروحات بھی بس ''مقامات درد'' کو ہی بیان نہیں کرتیں، ان مقامات کے سوا متون کے جتنے آسان اور غیر مغلق مباحث ہیں ان پر فصاحت و بلاغت کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ لیکن زیرِ نظر کتاب اس عمومی روش سے حیرت انگیز طور پر محفوظ نظر آتی ہے۔

دروس البلاغہ علمِ بلاغت میں درسِ نظامی کی سب سے پہلی کتاب ہے۔ اس کتاب کے مصنفین نے جس زمانے میں اسے لکھا وہ مصر میں علوم کی تجدید کا ابتدائی عرصہ تھا۔ اس زمانے کی کتب کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان میں قدیم اور روایتی کتب جیسی علمیت کا رنگ اور عبارت کی گہرائی و جامعیت بھی ملحوظ رکھی گئی، اور انحراف کا مادہ بہت کم تھا۔ غالباً اسی خصوصیت کی بنا پر اس کتاب کو دارالعلوم دیوبند کے نصابِ درس میں مقام ملا اور پاکستان میں بھی یہ شاملِ درس ہے۔ چونکہ یہ کتاب درسِ نظامی میں اپنے فن کی پہلی کتاب ہے اس لیے اکثر طلبہ اپنے ذہن کی رفتار کو اس کے ساتھ ہم وقت کرنے میں دقّت محسوس کرتے ہیں۔ اس پر مستزاد ارباب وفاق المدارس کا طرفہ فیصلہ یہ ہے کہ اس کتاب کا امتحان علم المنطق کی منتہی کتاب ''قطبی'' کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ عمومی طور پر ہمارے طالب علم بلاغت کے فن کی پہلی ہی اینٹ کج بیٹھنے کے سبب پورے فن ہی سے دلچسپی کھو بیٹھتے ہیں۔

ان سب مسائل کو پیش نظر رکھتے ہوئے مولانا محمد یار عابد زید فضلہ نے بہت محنت سے کام لیا ہے۔ مولانا نے اس کتاب کو کئی برس پڑھایا ہے اور یہ شرح لکھنے کے دوران اپنے ہی بیان کے مطابق بازار میں دستیاب دیگر شروح سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس وجہ سے انھیں کتاب کے سبھی ''مقاماتِ درد انگیز'' اور شارحین کے ان سے عدم اعتناء کا ادراک بھی ہوتا رہا ہے۔

اس شرح کی نمایاں خصوصیات میں سے اس کی زبان کی سلاست اور اشعار کی نحوی ترکیب قابلِ ذکر ہیں۔ خاص طور پر نحوی ترکیب کے حوالے سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے دیار میں عبارات کی ترکیبِ نحوی کے حوالے سے ایک خاص نہج مروّج ہے جو عام طور پر عالمِ عرب یا دیگر اقطاع اسلام کے علما میں نظر نہیں آتا۔ فاضل شارح نے ہمارے اسلوب کے مطابق اشعار کی نحوی ترکیب کر کے بلاشبہ ایک اصیل و حقیقی کارنامہ سرانجام دیا ہے جس سے طلبہ و اساتذہ استفادہ کریں گے۔

نام کتاب: الشریعہ (اشاعت خاص: تذکارِ رفتگاں)۔ تحریر: مولانا زاہد الراشدی ضخامت: ۷۹۲ صفحات

قیمت: ۵۰۰ روپے ناشر: مکتبہ امام اہلِ سنت، شیراں والا باغ، گوجرانوالا

مولانا ابوعمار زاہد الراشدی مدظلہ العالی اس زمانے کی زندہ اساطیر ہیں۔ ان کی شخصیت ہم اصاغر الاصاغر کے لیے بہت طریقوں سے مصدرِ تلقّی و استفادہ ہے۔ اس عمر میں ان کی تحریر و تقریر و تدریس پر مشتمل سرگرمیاں دیکھ کر ہماری نژاد کے نو واردانِ میدان بلا بھی رشک کرتے ہیں۔ لاریب ان کے اس تحرّک بے پایاں کے پس منظر میں اصل قوت وہ توفیقاتِ الٰہیہ ہیں جو کسی نہ کسی حد تک بہر حال قبولیت اور مقبولیت کا اشارہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی صحت و عافیت و رشد و ہدایت میں مزید برکات ارزانی فرمائیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب ماہنامہ الشریعہ کی اشاعت خاص ہے جس میں تذکارِ رفتگاں کے موضوع پر مولانا زاہد الراشدی کی تحریرات کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ یہ تحریرات اگرچہ اپنی نہاد میں صحافتی اور ذاتی تعلق و تجربے کا رنگ لیے ہوئے ہیں مگر اس کے